بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا

العقیدۃ الجلیہ لعدم ظل خیر البریۃ

فی جواب

من ثبت لجسد الجسد المحمدیہ

مؤلفہ :

مولانا غلام رسول فیضی صاحب

(خطیب جامع مسجد حنفیہ شورکوٹ کینٹ ضلع جھنگ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللّٰہ

وعلیٰ اٰلک واصحابک یاحبیب اللّٰہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی من لاظل لشخصہ فی شمس ولا قمر لانہ کان نورا یھدی بہ من یلیق محمد ﷺ امابعد فیقول العبد الفقیر الی اللہ غلام رسول فیضی بن آں لعل درخشاں کان کمالات وکرامات آں درِ دریائے سخاوت بی نہایات مظہر فیوض رحمانی کامل ومکمل سبیل خداوانی جامع معقول ومنقول باقر العلوم حضرت مولانا مولوی ابوالفیض" کی عرصہ دراز سے خواہش تھی کہ آں حضور پرنور والامنشور وآنجناب رسالت ونبوت مآب آں باعث ایجاد کونین صاحب قاب قوسین وآں مفخر ارض و افلاک خبیر اسرار نہانی بشیر ونذیر سراج منیر حضور سرکار دو عالم ﷺ کے فضائل حمیدہ پر قلم کو جولا نگاہ میں لاؤں۔ لیکن بوجہ عدیم الفرصتی قاصر رہا۔ نیز سیاح زماں قدوۃ سالکاں حضرت علامہ عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ نے جو فرمایا ہے۔

ہزار بار بشویم دہن بعطر و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

ملحوظ رہا۔ اور واصف دربار نبوی ﷺ حضرت حسان رضی اللہ تعالی عنہ کا آپ کی تعریف میں لانا یاد تھا فرمایا۔

خلقت مبرأ من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

اور حدیث قدسی میں ہے۔ لولاک لما خلقت الدنیا۔ ترجمہ:۔ اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ فرماتا۔ دوسرے مقام پر فرمایا لولاک لما خلقت الافلاک اگر تم نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ فرماتا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا اچھا فرمایا ہے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

اور قرآن پاک میں ارشاد ہے

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

رب جلیل نے فرمایا اے پیارے تم تو عالمین کے لیے رحمت ہو

تو عالمین کے لیے جو رحمت ہو اس کی تعریف اور اس کے فضائل کون ورطہ تحریر میں لاسکتا ہے فقط یہ کہہ دینا کافی ہے کہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

بایں ہمہ یہ ہمت آزمائی کر رہا ہوں کیونکہ ان ایام میں میری نظر سے ایک رسالہ گزرا۔ موسومہ بہ ''سنت و بدعت'' جس کا مصنف مفتی محمد شفیع کراچی والا ہے۔ جس نے اس رسالہ میں سایہ رسول ﷺ کی بحث کرتے ہوئے حضور نبی کریم تاجدار دو عالم رحمت عالمیان ﷺ کے جسم شریف کا سایہ ثابت کرنے کی ایڑی سے چوٹی تک کی طاقت خرچ کی مگر پھر بھی ناکام رہا کیونکہ متقدمین علماء عظام نے صراحتاً اور متاخرین نے واضح طور سے ثابت کر دیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے جسم نورانی کا سایہ نہ تھا اور زمانہ حال کے محقق علماء نے بھی تحریر فرما دیا ہے کہ سراج منیر کے جسم شریف کا سایہ نہ تھا۔ مثال کے طور پر علم و عرفان کے بحر زخار حقائق و معارف کے سمندر ناپیدا کنار شمس شریعت ماہ طریقت امام المفسرین سلطان المحدثین سید السالکین زبدۃ العارفین ظل اللہ علی الارضین حجۃ اللہ فی العالمین شیخ المشائخ حضرت قبلہ عالم مولانا الحسنی الصابری الشاہ السید احمد سعید صاحب الکاظمی نے ''نفی الظل والفئی'' میں اور شہسوار علم و عرفان فخر جہاں استاذ العلماء بحر العلوم سیدی وسندی استاذی نور محمد صاحب نے ''نورانی تقریر'' میں دلائل قاہرہ کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کہ نور مجسم فخر دو عالم ﷺ کے جسد شریف کا ظل و فئی نہ تھا۔ ان کے ہوتے ہوئے میرے لکھنے کی ضرورت نہ تھی مگر حقانیت نے للکار کر کہا کہ اس مسئلہ کو مخلوق خدا پر واضح

کر دیا جائے۔ لہذا جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهو قا

و قال الله تعالیٰ فی شان حبیبه فی القرآن المجید

یا یھا النبی انا ارسلناک شاهد او مبشر او نذیرا و داعیا الی الله باذنه و سراجاً منیرا۔

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب

سراج کا ترجمہ آفتاب قرآن مجید کے بالکل مطابق ہے کہ اس میں آفتاب کو سراج فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ نوح میں وجعل الشمس سراجا اور آخر پارہ کی پہلی سورت میں ہے۔ وجعلنا سراجا و هاجا اور درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نور پاک نے پہنچائی۔ اور کفر وشرک کے ظلمات شدیدہ کو اپنے نور حقیقت افروز سے دور کر دیا اور خلق کے لیے معرفت وتوحید الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں اور ضلالت کی تاریک وادی میں راہ گم کرنے والوں کو اپنے انوار سے راہ یاب فرمایا۔ اور اپنے نور حقیقی سے ضمائر و بصائر اور قلوب وارواح کو منور کیا حقیقت میں آپ کا نوری وجود مبارک ایسا آفتاب عالم تاب ہے جس نے ہزاروں آفتاب درخشاں کر دیئے، اس لیے آپ کی صفت میں منیرا ارشاد فرمایا گیا۔

تفسیر جلالین شریف میں اسی آیت کے تحت حاشیہ ۲۲ پر تفسیر صاوی کی عبارت سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ اور مولوی فخر الدین صاحب تفسیر حسینی میں رقمطراز ہیں۔

اور چراغ روشن یا صاحب چراغ روشن کہ وہ چراغ قرآن ہے یعنی قرآن کی تلاوت کرنے والا۔ آیات باہرات میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے پیغمبر کو چراغ کہا۔

اس واسطے کہ چراغ کی روشنی اندھیرے کو مٹا دیتی ہے اور حضرت ﷺ کے نور وجود نے کفر کے اندھیرے کو جہاں سے نیست ونابود کر دیا۔

چراغ روشن از نور خدائی
جہاں را دادہ از ظلمت رہائی

دوسرے یہ کہ جو کچھ گھر میں گم ہو جاتا ہے اسے چراغ کی روشنی میں پا سکتے ہیں اور جو حقائق لوگوں سے پوشیدہ تھے اس چراغ کے نور سے انوار معرفت حاصل کرنے والوں پر روشن ہو گئے۔

ازو جاں را بدانش آشنائی است
وز و چشم جہاں را روشنائی است
در گنج معانی برکشادہ
وزاں صاحبدلاں راما یہ دادہ

تیسرے یہ کہ چراغ گھر والوں کو امن واماں اور راحت کا سبب ہوتا ہے اور چور کو خجلت اور عقوبت کا باعث ہوتا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی دوستوں کے واسطے سلامت اور کرامت کے سبب ہیں اور منکروں کے لیے حسرت وندامت کے باعث ہیں

اور منیرا تاکید ہے یعنی آپ چراغ ہیں لیکن اور چراغوں کی طرح نہیں۔ اس واسطے کہ اور چراغ کبھی بجھتے ہیں کبھی روشن ہوتے ہیں اور آپ اول سے آخر تک روشن ہیں اور چراغ ہوا سے جھلملاتے ہیں اور کوئی آپ کے نور کو مغلوب نہیں کر سکتا۔ قال اللہ تعالیٰ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم و اللہ متم نورہٖ و لو کرہ الکافرون اور چراغ رات کو روشن کیے جاتے ہیں۔ دن کو نہیں۔ آپ نے ظلمت دنیا کو دعوت اسلام کے نور سے روشن کر دیا۔ اور قیامت کے دن کو بھی مشعل

شفاعت سے آپ روشن کر دیں گے۔

شد بدنیا رخش چراغ افروز
شب ماگشت زالتفاتش روز

بازفردا چراغ افروز کہ ازاں جرم عاصیاں نور

کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے آفتاب کو چراغ فرمایا۔ وجعلنا سراجا وھاجا اور ہمارے پیغمبر کو بھی چراغ فرمایا۔ آفتاب چراغ آسمان ہے، اور جناب رسالت مآب چراغ زمین و زمان۔ وہ چراغ دنیا ہے، آپ چراغ دین وہ منازل ملک کا چراغ آپ محافل ملک کے چراغ ہیں۔ وہ چراغ آب و گل آپ چراغ جان و دل ہیں۔ چراغ آفتاب جلنے سے لوگ خواب سے بیدار ہوتے ہیں۔ آپ کے نور کا چراغ روشن ہونے سے سب خواب عدم سے اٹھ کر میدان وجود میں آئے۔ بیت

از ظلمات عدم راہ کہ بروے بروں
گرنشدے نور تو شمع رواں ہمہ

اور کسی نے اس مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بیت:

زاقلیم عدم می آمدی و پیش او آدم
چراغ بود بر دستش ہم از نور تختیت

ان دو حوالوں سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو سراج فرمایا: اور شمس کو بھی سراج فرمایا اور یہ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ شمس سایہ نہیں رکھتا اگر سایہ رکھتا ہے توھا تو ابرھا نکم انکتم صادقین (پ اول) جس وقت شمس سایہ نہیں رکھتا ہے جس کا ہونا حضور کے سبب ہے۔ تو آنحضورﷺ بھی سایہ نہیں رکھتے کیونکہ شمس بھی نور ہے اور حضور بھی نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی

فرماتے ہیں کہ شاید چراغ کا لفظ اس جگہ اس معنیٰ میں ہو جو سورۂ نوح میں فرمایا۔ **جعل القمر فیھن نورا وجعل الشمس سراجا** یعنی آپ آفتاب نبوت و ہدایت ہیں جس کے طلوع ہونے کے بعد کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں سب روشنیاں اسی نور اعظم میں محو و مدغم ہو گئیں۔ اس عبارت میں مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب نے حضور کو نور اعظم تسلیم کیا ہے۔

زاد المعاد فی ھدی خیر العباد میں شمس الدین ابن عبد اللہ الدمشقی الحنبلی المعروف ابن قیم نے تحریر کیا ہے کہ حضور کا نام سراج منیر ہے ص ۶۷

زرقانی اسی زاد المعاد میں منیر کے معنیٰ بیان کرتے ہیں۔ **والمنیر ھو الذی نیر من غیر احراق بخلاف الوھاج** زرقانی مطبوعہ ازھریہ مصر۔

دوسرے مقام پر رب حضور ﷺ فرماتے ہیں

والنجم اذا ھوی

ترجمہ:۔ اس چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔

نجم کی تفسیر میں مفسرین کے بہت سے قول ہیں۔ بعض نے ثریا مراد لیا ہے۔ اگرچہ ثریا کئی تارے ہیں۔ لیکن نجم کا اطلاق ان پر عرب کی عادت ہے۔ بعض نے نجم سے جنس نجوم مراد لی ہے۔ بعض نے وہ نباتات جو ساق نہیں رکھتے زمین پر پھیلتے ہیں۔ بعض نے نجم سے قرآن مراد لیا ہے۔ لیکن سب سے عزیز تفسیر وہ ہے جو صاحب خازن نے تفسیر خازن میں بیان فرمائی۔ وہ یہ ہے کہ نجم سے مراد ہے ذات گرامی ہادی برحق سید انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ اور صاحب تفسیر قادری حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ

نجم (ستارہ) سے مراد محمد ﷺ کی ذات مراد ہے جب شب معراج میں آپ آسمان پر سے اترے۔ اور لباب میں ہے کہ آنحضرت ہی مراد ہیں جب شب معراج

میں آپ آسمان پر تشریف لے گئے اور محققین کے نزدیک یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے رسول مقبول ﷺ کے ستارہ دل کی قسم کھائی جو آسمان توحید پر ماسوی سے منقطع ہوا ہے۔اور مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی نے بھی نجم سے مراد نبی کریم ﷺ کی ذات والا صفات مراد لی ہے۔

ستارے نور ہیں اس لیے سایہ نہیں رکھتے حضور بھی نور ہیں۔اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ستارہ نور ہو اور سایہ نہ رکھے اور حضور نور بھی ہوں اور سایہ بھی رکھیں باقی رہا یہ کہ آیا حضور پر نور نور ہیں۔اس کے بارہ میں قرآن پاک میں ہے۔

مثل نورہ کمشکوۃ۔

ترجمہ:۔اس کے نور کی مثال مثل مشکوۃ کی ہے۔

نورہ کی تفسیر ملاحظہ ہو۔

اللہ کے نور سے یا تو قلب مومن کی وہ نورانیت مراد ہے جس سے وہ ہدایت پاتا ہے۔اور راہ یاب ہوتا ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ کے اس نور کی مثال جو اس نے مومن کو عطا فرمایا۔بعض مفسرین نے اس نور سے قرآن مراد لیا ہے اور ایک تفسیر یہ ہے کہ اس نور سے مراد سید کائنات افضل موجودات حضرت رحمت عالم ﷺ ہیں

بہر کیف ایک تفسیر یہ بھی ہوئی کہ نور سے مراد روح عالم حضرت رسول مقبول ﷺ ہیں۔اورہ کی ضمیر راجع بسوئے اللہ تعالیٰ ہے تو مطلب یہ ہوا کہ حضور اللہ کے نور ہیں اور قرآن پاک میں دوسری جگہ سورہ مائدہ میں ہے۔

قدجاء کم من اللہ نور۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ جلال الدین سیوطی رقمطراز ہیں کہ

من اللہ نورِ ھو النبی ﷺ ہیں اس سے بھی حضور کا نور ہونا ثابت ہوا۔

علاوہ ازیں مفتی صاحب کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی رسالہ النور کے پہلے ورق کے صفحہ ۲ مطبوعہ ہندوستانی پریس دہلی پر جلی قلم سے تحریر کرتے ہیں۔

نبی خود نور اور قرآن ملا نور
نہ ہو پھر مل کے کیوں نور علی نور

نیز نشر الطیب میں مولوی اشرف علی صاحب نے باب باندھا ہے کہ

باب اول بیچ بیان نور محمد ﷺ کے

بفضلہ تعالیٰ حضور کا نور ہونا قرآن مجید اور آپ کے حکیم الامت کی تصانیف سے ثابت کر دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اب مفتی صاحب حضور کو نور تو تسلیم کریں گے مگر حضور کے جسم شریف کے لیے سایہ ثابت کریں گے۔

جواباً عرض ہے مفتی صاحب بتاؤ سورج اور ستاروں کا سایہ ہے۔ ماھو جوابکم فھو جوابنا۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ نور سایہ نہیں رکھتا۔ اس قاعدہ سے ثابت ہوا کہ حضور سایہ نہیں رکھتے کیونکہ نور ہیں۔

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ الباری فرماتے ہیں۔

سائے کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

لہذا ان دونوں آیتوں سے اظہر من الشمس ہو گیا کہ حضور سرکار دو عالم ﷺ کے جسد نور بار کا سایہ نہ تھا۔

اب احادیث کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں تاکہ مفتی صاحب کے علم کی کلی کھل جائے۔ اولاً مشکوۃ شریف میں ہے۔

عن ابن عباس و کان فی دعائہ اللھم اجعل لی فی قلبی نورا و فی بصری نورا و فی سمعی نور او عن یمینی نور او عن یساری نور او فوقی نور او تحتی نورا و امامی نورا و خلفی نور او اجعل لی نورا و زاد

بعضهم و فی لسانی نورا و ذکر و عصبی ولحمی ودمی و شعری و بشری متفق علیہ و فی روایۃ لھما واجعل فی نفسی نورا واعظم لی نورا و فی اخریٰ لمسلم اللھم اعطنی نورا مشکوٰۃ شریف باب صلوۃ اللیل ص ۱۰۶ مجتبائی دہلی۔

یہ وہ حدیث ہے جس کے بارہ میں مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ استدلال بالکل نا قابل التفات ہے حالانکہ جمہور علماء نے اس حدیث پاک سے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ مفسر آیات قرآن واقف نکات ربانی کاشف اسرار حقانی جناب صوفی سید محمد عابد میاں صاحب عثمانی حنفی نقشبندی مجددی ڈابھیلی نے اپنی تالیف رحمۃ اللعالمین سے ص ۳۵ پر تحریر کیا ہے۔

باب انسٹھ فضائل آنحضرت ﷺ میں۔ مولفہ رحمۃ اللعالمین نے سرکار ابد قرار ﷺ کی تیسویں فضیلت یہ رقم کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جسم مبارک ایسا نورانی تھا۔ جس وقت آپ دھوپ اور چاندنی رات میں آمدورفت فرماتے تو مطلقاً سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ اور احادیث میں جو آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے ظاہری اعضاء اور جوارح کے لیے خدائے پاک سے نور کو طلب کیا اور آخر میں فرمایا کہ اللھم اجعلنی نورا یعنی اے اللہ مجھے ہمہ تن نور بنادے۔ لہذا یہاں سے بھی سایہ نہ ہونے کی تصدیق اور تائید ثابت ہوتی ہے۔

جسمش نداشت فیمش نداشت سایہ والحق چنیں سزد
زیرا کہ بود جو ہرپا کش زنور حق

رحمۃ اللعالمین مطبوعہ جید پریس دہلی

یہ وہ کتاب ہے جس پر مفتی صاحب کے دیوبندی مولویوں کی تقاریظ کی مہریں ثبت ہیں۔ حوالہ کے لیے تقریظ کرنے والوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ (۱) مولانا

مولوی عبد العلی صاحب مدرس اول مدرسہ مولوی عبد الرب صاحب دہلی۔ (۲) مولانا مولوی المفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعتہ علماء ہند دہلی۔ (۳) مولانا محمد انور شاہ صاحب کاشمیری صدر المدرسین دار العلوم دیو بند (۴) مولانا مولوی سید محمد اصغر حسین صاحب دیو بند (۵) مولانا مولوی بشیر احمد صاحب عثمانی دیو بند (۶) مولانا مولوی محمد حبیب الرحمٰن صاحب مددگار مہتمم دار العلوم دیو بند (۷) مولانا مولوی محمد اعزاز علی صاحب مدرس دار العلوم دیو بند (۸) مولانا مولوی محمد عبد الشکور صاحب مدیر "انجم" لکھنو (۹) مولانا مولوی مفتی علی احمد صاحب تراجوی سورتی سابق مفتی المسجد جامع رنگون۔ (۱۰) مولانا مولوی فتح محمد صاحب مدرس مدرسہ انجمن اسلام بمبئی (۱۱) مولانا مولوی محمد عبد المنعم صاحب باعکظہ خطیب جامع مسجد بمبئی (۱۲) مولانا عبد القادر صاحب چور گہے لطف (۱۳) منشی سید حسن صاحب اخگر بمبئی مدرس مدرسہ انجمن اسلام (۱۴) مولانا مولوی حافظ احمد سعید صاحب دہلوی ناظم جمعتہ العلماء دہلی۔ یہ تمام اصحاب حدیث مذکورہ کو حجت گردانتے ہیں۔ خصوصاً حضور کے جسم پاک کے سایہ نہ ہونے میں ورنہ اپنی تقاریظ میں لکھتے کہ یہ حدیث حضور کے جسم شریف کا سایہ نہ ہونے کے لیے حجت نہیں ہوسکتی۔ جیسا مفتی صاحب نے لکھ دیا۔

نیز اسی حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے محمد بن سالم حنفی متوفی ۱۰۸۱ء کتاب سراج منیر شرح جامع صغیر میں صفحہ ۳۰ مطبوع پر رقم ہے۔

قولہ و اجعلی لی نوراً و فی روایۃ واجعلنی نوراً فھو ﷺ صارا نوراً محضاً ولذا الم یکن لہ ظل فی الشمس۔

یعنی حضور حبیب کردگار ﷺ نور محض ہو گئے اس لیے شمس میں آپ کا سایہ نہیں ہوتا تھا۔

اس حدیث کے تحت زرقانی شریف میں ہے۔

قوله صلى الله عليه فى دعائه لما سئل الله تعالىٰ ان يجعل فى جميع اعضائه وجهاته نورا ختم بقوله (واجعلنى نورا) اى والنورا لا ظل له وبه يتم الاستشهاد انتہی زرقانی مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲۰ ج ۴

علماء محدثین نے فرمایا ہے کہ گواہی دیتا ہے حضور کے سایہ نہ ہونے پر حضور کا وہ قول مبارک جو حضور کی دعا میں ہے۔ جب حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کے تمام اعضاء میں اور جمیع جہات میں نور کر دے تو حضور نے اپنی دعا کو اس قول پر ختم فرمایا واجعلنی نورا یعنی مجھے بالکل نور کر دے۔ یہ جملہ حضور علیہ السلام کے سایہ نہ ہونے پر اس لیے شہادت دیتا ہے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا اور اس کے ساتھ یہ استشہاد تمام اور پورا ہو جاتا ہے۔

خصائص کبریٰ جلد (۱) ص ۶۸ پر ہے۔

قال بعضهم و يشهدله حديث قوله عليه السلام فى دعائه واجعلنى نورا

یعنی بعض علماء محدثین نے فرمایا کہ حضور کے سایہ نہ ہونے کی شہادت حضور کی یہ حدیث بھی دیتی ہے جس میں حضور علیہ السلام کی یہ دعا وارد ہے۔ (واجعلنی نورا) یا اللہ مجھے نور کر دے۔

علماء دیوبند کی تقاریظ وعلماء محدثین کی کلام سے ثابت کر دیا گیا کہ حدیث پاک قابل حجت ہے اور مفتی صاحب کا لکھنا کہ یہ استدلال بالکل نا قابل التفات ہے۔ شرمندہ ہو کر رہ گیا۔

بلکہ مولوی محمد ذکریا سہارنپوری فضائل نبوی شرح شمائل ترمذی کے صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں۔

کپڑا اتارنے کی حالت میں آپ کا بدن مبارک روشن چمکدار نظر آتا تھا یا کہ

بدن کا وہ حصہ بھی جو کپڑوں سے باہر رہتا تھا روشن اور چمکدار تھا۔ چہ جائیکہ وہ حصہ جو کپڑوں میں محفوظ ہو۔ بندہ کے نزدیک یہ ترجمہ اچھا ہے۔ اصح المطابع۔

(۲) بعد ازاں آں سرور علیہ السلام بحضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ در آبناب فرمودد ے گفت یا حضرت رسول اللہ ﷺ من جازم کہ ایں دروغ و افتراء منافق است حضرت علیہ السلام فرمود بچہ دلیل گفت بآں دلیل کہ حق سبحانہ تعالیٰ روا نمیدارد کہ سایہ تو برزمین افتد ہیچ سببے دیگر نمیدانم آنرا الا آنکہ شاید کسے قدم بر سایہ مبارک تو نہد یا آنکہ مبادا زمین نجس بود و سایہ مبارک تو برآں افتد حق تعالیٰ چوں صیانت سایہ مبارک تو بدیں مشابہ میکند چگونہ حرم محترم ترا ازیں ناشائستہ نگاہ ندارد۔ روضۃ الاحباب قلمی صفحہ ۳۲۵

یہ وہ بلند پایہ کتاب ہے جس کی صحت کا اقرار شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے اپنی کتاب عجالہ نافعہ میں لکھا ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

بالفعل نسخہ صحیحہ روضۃ الاحباب۔ میر جمال الدین محدث حسینی اگر بہم رسد کہ خالی از الحاق و تحریف باشد بہتر از ہمہ تصانیف ایں باب است۔ عجالہ نافعہ صفحہ ۱۸ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔ اور یہی حدیث تفسیر مدارک میں موجود ہے۔

وقال عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اللہ ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یقع انسان قدمہ علی ذالک انتہی مدارک جلد ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ مصر

اور محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث پاک کو مدارج النبوت میں رقم فرماتے ہیں۔ جس کی اصل عبارت لکھی جاتی ہے۔

وعثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت کہ سایہ شریف تو برزمین نمی افتد کہ مبادا برزمین نجس افتد مدارج النبوت ص ۲۰۱ ج ۲ وحق تعالیٰ چوں صیانت سایہ تو بدیں مشابہ میکند چگونہ صیانت حرم محترم تو از ناشائستہ نکند مطبع ناصری واقع دلہائی۔

اسی مضمون کی طرف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں اشارہ فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وسایہ ایشاں برزمین نمیتا دانتہی تفسیر عزیزی پ ۳۰ صفحہ ۲۱۹ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔

ترجمہ عبارت روضۃ الاحباب: بعد ازاں نبی کریم ﷺ نے اس بارہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دریافت کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ منافق کا جھوٹ اور افتراء ہے۔

حضرت نے فرمایا اس پر کیا دلیل ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جائز نہ رکھا کہ آپ کا سایہ زمین پر پڑے۔ سوا اس کے میں نہیں جانتا مگر یہ کہ کوئی کافر آپ کے سایہ مبارک پر قدم نہ رکھے یا یہ کہ مبادا زمین پلید ہو۔ اور آپ کا سایہ اس پر پڑے۔ اللہ تعالیٰ جبکہ آپکے سایہ شریف کی اس طرح حفاظت فرماتا ہے تو کس طرح ایسی حرم آپ کے لیے جائز رکھتا ہے۔ مدارک، مدارج۔ تفسیر عزیزی کی عبارتوں کا ترجمہ بھی ایسا ہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جماعت محدثین کا اس حدیث پاک کو اپنی تصانیف میں تحریر کرنا اس حدیث کے حجت ہونے پر دال ہے۔ تو ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا تو اتر سے ثابت ہے۔

حدیث ۳:۔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لم یکن لرسول اللہ ﷺ ظل ولم یقم مع شمس الاغلب ضوءہ ضوءھا ولا مع سراج الاغلب ضوءہ وقد تقدم ھذا والکلام علیہ وباعیتنا فیہ وھی۔

ماجر لظل احمد اذیال
فی الارض کرامۃ کما قد قالوا
ھذا عجب و کم بہ من عجب
والناس بظلہ جمیعا قالو

و قالوا ھذا من القیلولۃ وقد نطق القرآن بانہ النور المبین ۔نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاضؒ جلد۳ ص ۳۱۹ مطبوعہ مصر۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے انھوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ اور حضور سورج کی روشنی میں کھڑے نہ ہوتے تھے مگر اس کی روشنی پر بھی حضور ﷺ کی روشنی غالب ہو جاتی تھی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور اس پر کلام بھی ہو چکا اور ہماری یہ رباعی بھی مذکور ہو چکی کہ احمد مجتبیٰ ﷺ کے سایہ کے دامن حضور کی کرامت وفضیلت کی وجہ سے زمین پر نہ کھینچے گئے (یعنی حضور کا سایہ زمین پر واقع نہ ہوا) جیسا کہ محدثین نے فرمایا ہے یہ بات تعجب کی ہے اور کس قدر تعجب کی ہے کہ زمین پر ان کا سایہ نہ ہونے کے باوجود سب لوگ ان کے سایہ میں پناہ لیتے اور آرام کرتے ہیں۔ رباعی کے آخری مصرعہ کا آخری لفظ قالوا قیلولہ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں دوپہر کو آرام کرنا۔ اور بے شک قرآن مجید ناطق ہے کہ حضور ﷺ نور مبین ہیں۔

مواہب اللدنیہ علی شمائل محمدیہ میں شیخ ابراہیم بیجوری متوفی ۱۲۷۶ھ مطبوعہ مصر کے ص ۲۴ پر ارقام فرماتے ہیں۔

وفی روایۃ لابن المبارک وابن الجوزی لم یکن لہ ظل و لم یقم مع شمس قط الاغلب ضوءہ علی ضوء الشمس ولم یقم مع السراج قط الاغلب ضوءہ علی ضوء السراج۔

ترجمہ۔ ابن مبارک و ابن جوزی کی روایت میں ہے کہ حضور کے جسم شریف کا سایہ نہ تھا۔ نہیں کھڑے ہوئے حضور سورج کی روشنی میں بھی مگر غالب آ گئی آپ کی روشنی سورج کی روشنی پر اور نہیں قیام فرمایا آپ نے سراج کی روشنی میں کبھی بھی مگر غالب آ گئی آپ کی روشنی سراج کی روشنی پر

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں۔

وعن ذالک ماذکره الحکیم ترمذی فی نوادر الاصول عن عبد الرحمن بن قیس وهو مطعون عن عبد الملک بن عبد الله بن الولید وهو مجهول عن ذکوان (من انه کان لاظل له لعدم جرمه وهذا معنی مافی النوادر و لفظ مالم یکن له ظل فی شمس و لا قمر و نقله الحلبی عن ابن سبع ایضا بر حاشیہ نسیم الریاض ص ۲۸۲:

ترجمہ:۔ اور اسی سے ہے۔ وہ جو ذکر کیا حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں عبد الرحمن بن قیس سے اور وہ مطعون ہے۔ اس نے روایت کیا عبد الملک لڑکے عبد اللہ اور عبد اللہ لڑکے ولید سے اور ولید مجہول ہے۔ عبد اللہ لڑکے ولید نے روایت کیا ذکوان سے، ذکوان کہتا ہے کہ آپ کے خصائص سے ہے کہ آپ کے جسم شریف کا شمس و قمر کی روشنی میں سایہ نہ تھا۔ اس لیے کہ آپ نور تھے یعنی آپ بنفسہ نور تھے اور نور کے لیے سایہ نہیں ہوتا، کیونکہ نور جرم نہیں رکھتا اور یہ وہی حقیقت ہے جو نوادر میں ہے۔ اور وہ یہ کہ حضور کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نہیں تھا۔ اور حلبی نے ابن سبع سے نقل کیا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شفا قاضی عیاض جلد ا ص ۳۰۶ مطبوعہ مطبع عثمانیہ ۱۳۱۲ھ میں اس عبارت کی شرح فرمائی ہے۔

وما ذکر من انه لاظل تشخصه فی شمس و لا قمر لانه کان نوراً

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض جز ثالث ص ۲۸۲ پر اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ومن دلائل نبوته ﷺ (وما ذكر) بالبناء للمجهول والذى ذكره ابن سبع (من انه) بيان ما الموصولة (لاظل لشخصه) اى جسده الشريف اللطيف اذا كان (فى شمس ولا قمر) مماترى فيه الظلال لحجب الاجسام ضوء النيرين ونحو هما و علل ذلك ابن سبع بقوله (لانه) ﷺ (كان نوراً) والا نوار شفافة لطيفة لاتحجب غيرها والانوار لا ظل لها كما هو مشاهدفي الانوار الحقيقة وهذا رواه صاحب الوفا.

ترجمہ:۔ اور حضور ﷺ کے دلائل نبوت سے جو کچھ ذکر کیا گیا۔ یعنی محدث ابن سبع نے جو ذکر کیا یہ ہے کہ جب حضور ﷺ سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تھے تو حضور کے شخص کریم یعنی لطیف جسم مبارک کا سایہ نہ پڑتا تھا۔ ان سایوں میں سے جو روشنی میں اس وجہ سے دیکھے جاتے ہیں کہ اجسام کثیفہ چاند سورج وغیرہ کی روشنی کے لیے حاجب ہو جاتے ہیں۔ اور ابن سبع محدث نے حضور ﷺ کے سایہ نہ ہونے کی دلیل یہ تحریر کی ہے کہ حضور ﷺ نور تھے اور شفاف لطیف انوار اپنے غیر کے لیے حاجب نہیں ہوتے اور انوار کا سایہ نہیں ہوتا جیسا کہ حسی حقیقی انوار میں اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ اور اس کو صاحب وفا نے روایت کیا۔

اور حضرت شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی انوار محمدیہ من مواہب اللدنیہ مطبوعہ بیروت کے صفحہ ۲۱۶ پر مکتوب کرتے ہیں۔

ولم يكن له ﷺ ظل فى الشمس ولا قمر رواه ترمذى الحكيم. قال ابن سبع كان ﷺ نور افكان اذا مشى فى الشمس او القمر لا يظهر له ظل.

ترجمہ:۔اور نہیں تھا نبی کریم ﷺ کا سورج و چاند کی روشنی میں سایہ روایت کیا اس کو حکیم ترمذی نے۔کہا ابن سبع نے کہ نبی کریم ﷺ نور تھے۔پس جس وقت حضور سورج و چاند کی روشنی میں چلتے آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا۔

اور سیرت حلبیہ مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۴۲۲ پر ہے

وانہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مشی فی الشمس او فی القمر لایکون لہ ظل لانہ کان نورا انتھی۔

ترجمہ: بے شک حضور نبی کریم نور مجسم ﷺ جب سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تھے۔حضور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم نورانی کا سایہ نہ ہوتا تھا۔وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

اسی طرح زرقانی شریف میں ہے۔

ولم یکن لہ ﷺ ظل فی شمس ولا قمر لانہ کان نوراً کما قال ابن سبع وقال رزین بغلبۃ انوارہ قیل و حکمۃ ذالک صیانتہ عن ان یطا کافر علی ظلہ۔

ترجمہ: اور نہ تھا سورج و چاند کی روشنی میں حضور ﷺ کا سایہ دلیل یہ ہے کہ حضور نور تھے۔جیسا کہ محدث ابن سبع و امام رزین نے فرمایا کہ سایہ نہ ہونا حضور کے غلبہ انوار کی وجہ سے تھا۔بعض علماء نے یہ حکمت بیان کی ہے کہ حضور علیہ السلام کو اس بات سے بچانا ہے کہ کسی کافر کا پاؤں حضور کے سایہ پر نہ پڑے

اور شیخ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ باب المعجزۃ فی بولہ و غائطہ ﷺ میں اس سند سے ذکر کیا ہے۔

اخرج الحکیم ترمذی من طریق عبد الرحمن بن قیس الزعفرانی عن عبد الملک بن عبد اللہ بن الولید عن ذکوان ان رسول اللہ ﷺ

لم یکن یری له ظل فی شمس ولا قمر ولا اثر قضاء حاجة خصائص کبریٰ صفحہ ۷۱ جلد ۱ مطبوعہ دائرۃ المعارف وقال فی باب الایۃ فی انه رسول الله ﷺ لم یکن یری له ظل اخرج الحکیم ترمذی عن ذکوان بمثله ثم قال ای السیوطی قال ابن اسبع من خصائصه ان ظله کان لا یقع علی الارض و انه کان نور افکان اذا مشی فی الشمس او القمر لا ینظر له ظل قال بعضهم و یشهد له حدیث قوله علیه السلام فی دعائه واجعلنی نورا صفحہ ۶۸ جلد او بمثلہ ذکرہ فی المواھب نقلہ عن الفخر الرازیؒ مواھب ص ۳۹۸ جلد ۲

ترجمہ اخراج کیا حکیم ترمذی نے سند مذکور سے حضرت ذکوان سے کہ سورج اور چاند کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ دیکھا جاتا تھا۔ اور نہ نشان قضا حاجت کا اور کہا بیچ باب کے کہ تحقیق نبی ﷺ کا سایہ نہ دیکھا جاتا تھا۔ اخراج کیا حکیم ترمذی نے ذکوان سے اس کی مثل پھر فرمایا سیوطیؒ کہ ابن سبع محدث نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے خصائص سے یہ بات ہے کہ حضور کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ اور یہ کہ حضور علیہ السلام نور تھے۔ اس لیے جب حضور سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تو حضور کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔ بعض علماء محدثین کے نزدیک حضور کے سایہ نہ ہونے کی گواہی حضور کی یہ حدیث بھی دیتی ہے جس میں حضور ﷺ کی یہ دعا وارد ہے کہ واجعلنی نورا۔ یا اللہ مجھے نور کر دے۔ اس کی مثل مواھب میں امام فخر رازی سے نقل کیا گیا۔ یہ وہ حدیث ہے۔ جس پر مفتی صاحب نے اعتراضات کی ژالہ باری کی ہے۔ اعتراض اول کی عبارت تحریر کی جاتی ہے تا کہ جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔

اعتراض اول:۔ یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ کے دھوپ اور چاندنی میں چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے کے واقعات جو اقامت و مسافت میں مجامع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے روبرو تمام عمر نبوی میں پیش آئے ہیں۔ غیر محصور اور نہایت کثیر

لتعداد ہیں پھر دیکھنے والے صحابہ کرام ہزاروں ہزار ہیں پھر صحابہ کرام کی عادت سے
یہ بھی معلوم ہے کہ وہ حضورﷺ کی ذرا ذرا سی بات اور نقل و حرکت آمد آثار و حالات
کے بیان کرنے کا انتہائی اہتمام فرماتے تھے۔ ان امور کا مقتضٰی یقینی طور پر یہ ہے۔
کہ اگر یہ واقعہ معجزہ ثابت ہوتا تو اس کی روایات صحابہ کرام کی ایک جم غفیر سے منقول
ہوتی اور یقیناً حد تواتر کو پہنچتی۔ لیکن جب ذخیرہ حدیث پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اس
بارہ میں صرف ایک حدیث اور وہ بھی مرسل اور وہ بھی سنداً بالکل ضعیف و واہی نکلتی
ہے۔ جو قرینہ قویہ اس امر کا ہے کہ یہ بات خلاف واقعہ ہے۔

جواب:۔ سائل کا کہنا کہ ایسے واقعہ کا صحابہ کرام کی جم غفیر سے روایت نہ
ہونا یہ عادت صحابہ کرام سے بعید ہے۔ ہاں صحابہ کرام اگر کبھی کبھار ایسا دیکھتے تو بعید
ہوتا۔ چونکہ صحابہ کرام کی نظروں نے کبھی بھی حضور نبی کریمﷺ کے جسم انور کا سایہ نہ
دیکھا تھا۔ لہذا اصحابہ کرام نے اس واقعہ کو عجیب نہ سمجھا بلکہ حقیقت جانا کہ حضور نبی
کریمﷺ نور ہیں۔ اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ قرآن مجید اور احادیث سے
ثابت کیا جا چکا ہے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں کتب سیر میں موجود ہے کہ
حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اول الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کے
جسم نورانی کے سایہ کا انکار کیا ہے جس کی اصل عبارت لکھی جا چکی ہے۔ تو حضور کے
جسم شریف کے سایہ نہ ہونے والی حدیث کے ایک راوی حضرت عثمان رضی اللہ
تعالیٰ عنہ جیسی پاکیزہ شخصیت بھی ہیں۔ مفتی صاحب کا یہ اعتراض مثل اعتراض
ملاحدہ کے ہے۔ جیسا انشقاق قمر کے بارہ میں ملاحدہ کہتے ہیں کہ اگر واقع میں یہ معجزہ
ظہور میں آتا تو اس کو خواص و عوام دیکھتے اور سب کی تواریخ میں منقول ہوتا۔ عطر
الوردہ فی شرح قصیدہ بردہ مصنفہ مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی مترجم دیوان
متنبی و حماسہ کے ص ۴۲ پر ملاحدہ کا یہ اعتراض مکتوب ہے۔ جو کتب خانہ اعزازیہ دیو

بندے نے یونین پرنٹنگ پریس دہلی سے چھپوا کر شائع کیا۔ مفتی صاحب کے گوش گزار کیا جاتا ہے کیا آپ اپنے مولوی کی قلم سے ملاحدہ میں سے نہ ٹھہرے۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ انھوں نے شق القمر کے معجزہ کا انکار کیا۔ اور مفتی صاحب نے حضور نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر کے سایہ نہ ہونے کے معجزہ کا انکار کیا۔ باقی رہا اس حدیث پاک کے تواتر کا انکار بلکہ اس حدیث پاک کو دائی ہی کہنا خود واہی ہونے کی دلیل ہے، اس حدیث شریف کے تواتر کے بارہ میں اپنے مولوی رشید احمد گنگوہی کی عبارت جو مفتی صاحب کی عبارت کی نقیض ہے ملاحظہ کر کے فیصلہ کریں کہ مفتی صاحب نے ٹھیک لکھا ہے یا گنگوہی صاحب نے۔ ان دونوں ایک ہی مسلک کے مولویوں کا اختلاف ایک کو جھوٹا کرے گا اور دوسرے کو سچا۔ جو جھوٹا ہوگا اس پر سرکار ابد قرار کی صحیح حدیث گواہ ہے کہ اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

من کذب علی متعمدا افلیتبوأ مقعده فی النار۔

اب مفتی صاحب سے دریافت کیا جاتا ہے کہ اس حدیث کے مصداق خود مفتی صاحب ہیں یا گنگوہی صاحب فافهم و لا تكن من الضالين ۔ کیونکہ یہ ایسی مشہور خصوصیت ہے۔ جس کا انکار آج تک کسی مولوی نے نہیں کیا سوائے مفتی صاحب جیسے مولویوں کے حتیٰ کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی امداد السلوک مطبوعہ شرف الرشید شاہ کوٹ کے صفحہ ۱۵۶ پر لکھتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی ذات کو ایسا پاکیزہ کیا کہ خالص نور ہو گئے اور حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو نور فرمایا۔ اور متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ سایہ نہیں رکھتے تھے اور یہ واضح ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں

اور مولوی اشرف علی شکر النعم بذکر رحمتہ الرحمہ ص ۱۸ مطبع اشرف المطابع تھانہ بھون میں لکھتا ہے کہ

یہ بات مشہور ہے کہ ہمارے حضور کا سایہ نہیں تھا۔
اور مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ مکتوبات شریف جلد سوم مطبوعہ نول کشور کے ص ۱۸۷ پر رقمطراز ہیں۔

ناچار اورا سایہ نبود نیز در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است وچوں لطیف ترے از وے در عالم نباشد اورا سایہ چہ صورت دارد انتہی

خلاصہ یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ کا اگر سایہ ہوتا تو وہ آپ سے لطیف ہوتا۔ حالانکہ جہاں میں کوئی شے آپ سے زیادہ لطیف نہیں ہے اور قانون ہے کہ سایہ اصل سے لطیف ہوتا ہے

امام المحدثینؒ قاضی عیاض رحمتہ اللہ شفاء شریف ص ۳۰۶ جلد ا مطبوعہ مطبع عثمانیہ میں رقم فرماتے ہیں

و ماذکر من انہ کان لاظل لشخصہ فی شمس ولا قمر لانہ کان نوراً

یعنی حضور کا سایہ سورج چاند کی روشنی میں نہیں پڑتا تھا۔ اس لیے کہ آپ نور تھے۔

اس کے علاوہ منکرین کے مایہ ناز مولوی نور محمد جوڑا سوتری اپنی مایہ ناز کتاب ''شہباز طریقت'' میں اور اس کے محشی مولوی محمد لکھوکوی حضور ﷺ کے سایہ نہ ہونے کی ۳۰ وجوہ بیان کرتے ہیں۔ انظروا۔

(ا) اس رحمت عالم سندا سایہ دھرتی مول نہ پوندا
منافق کافر قدم دھرے کو ایہہ کم مول نہ تھیندا
یہ کہ کافریا منافق اس سایہ پر پاؤں نہ رکھے۔ محشی
(۲) نہ خالی ظلماتی تھی سایہ سرور جسم نورانی
کو مخلوق نہ ثانی سرور سمجھ بندے صمدانی

یہ کہ سایہ تاریکی اور سیاہی سے خالی نہیں ہوتا اور آنحضرت کا جسم نورانی ہے۔ محشی

(۳) دعائیں اوس ذخیرہ آخر وچہ حدیثاں آیا
اینویں وانگ ذخیرہ آدر سرور سندا سایا

یہ کہ اس نے اپنا سایہ واسطے شفاعت دن حشر کے ذخیرہ رکھا ہے جیسا کہ اپنی دعا کو شفاعت کے لیے ذخیرہ رکھا ہے۔ چنانچہ حدیث بخاری اور مسلم میں لکھا ہوا ہے۔ محشی

(۴) اوہ رحمت خلق قرآنوں ثابت ایہو سایہ دسدا
جو لائق اوہ سایہ پاوے نور محمد دسدا

قولہ اوہ رحمت الخ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۂ انبیاء کے آخر میں فرمایا۔ وما ارسلنک الا رحمتہ اللعالمین ۔نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمت واسطے جہانوں کے۔ پس گویا سایہ آنحضرت کا یہی ہے اس لیے کہ جو شخص قابل رحمت ہے وہ اس کے سایہ کے نیچے آجاتا ہے اور مصنف نے آنحضرت کے سایہ نہ ہونے کے بارہ میں تیرہ وجوہ تیرہ بیتوں میں بیان کی ہیں۔ ابتدا تیرہ بیتوں کا اس مصرعہ سے ہے اس رحمت الخ آخر مصرعہ بس کر نور محمد الخ تیرہ وجوہ ایک ایک کر کے بیان کرتے ہیں۔ کہ سایہ اس کا رحمت ہے۔ محشی

(۵) پیشوا کل خلقت سندا نکلے نور بتاوے
تائیں سایہ نائیں مت اوہ سایہ پیش ہو جاوے

کہ آں حضرت جہاں کے پیشوا ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ سایہ آپ کے آگے ہو۔ محشی

(۶) ہر شئے سندا سایہ نیڑے سایہ شئے ظلماتی
انھیرا نیڑے انور ہووے ایہہ گل نور نہ بھاتی

کہ سایہ ہر چیز کا اس کے نزدیک ہوتا ہے۔ اور سایہ تاریک ہے۔ اور

آنحضرت تمام چیزوں سے زیادہ روشن ہیں پس مناسب نہیں کہ تاریکی اس کے نزدیک ہو۔ محشی

(۷) شمس دلیل سیانے سائی آکھن سرجہارا
گھٹاوے سایہ سرور سندا ایہہ دن کون وچارا

یہ کہ سایہ کی دلیل آفتاب ہے۔ سایہ کا بسبب بلند ہونے آفتاب کے کم ہو جانا اور خدا کو منظور نہ تھا کہ آفتاب آنحضرت کے سایہ کو گھٹائے۔ محشی

(۸) ہک فرقہ نوری تے ہک ناری ازلی علم بتاوے
وچہ سائے سرور آیا کوئی مت ناری ہو جاوے

یہ کہ علم الٰہی میں لوگ دو گروہ ہیں جنتی دوزخی پس مناسب نہ تھا کہ کوئی شخص اس کے سایہ کے نیچے آئے اور پھر دوزخی ہو جائے۔

(۹) سائی ساریاں ساجد بہتے سر خود ساجد نائیں
کل راکع ساجد دا سردار اوس نائیں سائے تائیں

یہ کہ سایہ ہر شخص کا زمین پر سجدہ میں ہوتا ہے اور اکثر لوگ آپ ہی سجدہ سے محروم ہوتے ہیں اور آنحضرت رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے سردار تھے۔ پس حاجت سجود سایہ کی نہ تھی۔ محشی

(۱۰) انہیروں چانن طرف لیجاوے مولیٰ اہل ایماناں
جے سرور سایہ ظاہر عکس ہو جاندا مسلماناں

خدا تعالیٰ مومنوں کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے۔ اور اگر آنحضرت کا سایہ ظاہر ہوتا تو اس کا عکس ہوتا۔ محشی

(۱۱) مصطفیٰ جوہر سندا سایہ زیادہ ترد روشنائی
کل جواہر تھیں اوہ انور کیونکر سایہ سیاہی

یہ کہ ہر جوہر صافی کا سایہ بہت روشن ہوتا ہے اور آنحضرت سب سے ز

روشن تھے۔ محشی

(۱۲) سائے دھرتی یکساں ہک دوئے سنگ رلدے ملدے
نہ شان مناسب سائی غیراں سائی سرور ٹلدے

یہ کہ سایہ ہرایک کا دوسرے کے سایہ سے مل جل جاتا ہے اور مناسب نہ تھا کہ آنحضرت کا سایہ دوسروں کے سایہ سے خلط ملط ہوتا محشی۔

(۱۴) کھتری شے تے کھترا سایہ ستھرے اتے ستھرا
بس کر نور محمد کیوں کر سایہ سرور کھترا

یہ کہ صاف چیز پر سایہ صاف دیکھائی دیتا ہے اور ناپاک چیز پر سایہ بھی ناپاک نظر میں آتا ہے۔ پس مناسب نہ تھا کہ آنحضرت کا سایہ ناپاک دکھائی دیتا۔ محشی

اور مولوی محمد ادریس کاندھلوی اپنی کتاب ''اصول اسلام'' کے باب اثبات رسالت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ الف الف تحیۃ کی وجہ کے تحت لکھتا ہے کہ بہت سے حالات اور صفات حضور پرنور کے بدن مبارک میں ایسے موجود تھے کہ ان سب کا ایک ذات میں مجتمع پایا جانا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ یہ ذات کاملۃ الصفات اور فاضلۃ الحالات بارگاہ خداوندی میں نہایت ہی مقرب اور موردو الطاف وعنایات ہے۔

(۱) مثلاً آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک کا سایہ نہ تھا۔ رواۃ الحکیم الترمذی عن ذکوان مرسلا ورزاہ ابن المبارک و ابن الجوزی عن ابن عباس موصولاً زرقانی شرح مواہب ص ۲۲۰ ج ۴ و خصائص الکبریٰ ص ۶۸ ج ۱ ص ۷۱ ج ۲ اصول اسلام ص ۸۲ ناشر علمی مرکز لکشمی نرائن اسٹریٹ انارکلی لاہور۔

اب مولانا مولوی حافظ محمد عبدالحی لکھنوی التعلیق العجیب حاشیہ الجلال المنطق التہذیب میں علامہ تفتازانی کے قول و نوراً بہ الاقتداء یلتیق کی شرح کرتے

ہوئے ص ۱۳ پر ارقام فرماتے ہیں

الاحتمال الثالث ان یکون اشارة الی اسمه الشریف فانه عدمن اسمائه النور کما فی قوله تعالیٰ قدجاء کم من الله نورو کتاب مبین. ومما یویدان النبی ﷺ کان اذا مشی فی الشمس والقمر لا یقع ظله علی الارض لان الظل انما یکون لها فیه کثافة و اما ذاته فکانت نور من الراس الی القدم انتهی

خلاصہ علامہ تفتازانی کا قول نوراً بہ الاقتداء یلتیق میں تیرا احتمال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اسم شریف کی طرف اشارہ ہو اس لیے کہ حضور کے اسماء سے ایک نام نور بھی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب بیان کرنے والی اس پر یہ تائید ہے کہ آقائے نامدار ﷺ جب شمس وقمر میں چلتے تھے تو آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا کیونکہ سایہ کثیف شئی کا ہوتا ہے اور حضور انور سر سے پاؤں تک نور تھے۔ یعنی سراسر نور

اور کتاب تواریخ حبیب الہ مطبوعہ دین محمد پریس کے ص ۱۰۹ پر ہے۔

پس پشت سے بھی آپ کو ویسا ہی نظر آتا تھا۔ جیسا کہ سامنے سے اور سر اس کا یہ ہے کہ آپ کا بدن نور تھا جیسا کہ شمع کی رو پشت اس کا ایک ہوتا ہے۔ اور جو چیز کہ اس کے مقابل وہ کسی طرف ہو۔ روشن اور منکشف ہو جاتی ہے اور اسی سبب سے آپ کا سایہ نہ تھا اس لیے کہ سایہ جسم کثیف ظلماتی کا ہوتا ہے۔ نہ لطیف ونورانی کا۔ مولوی جامی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے سایہ نہ ہونے کا خوب نکتہ لکھا ہے اس قطعہ میں۔

پیغمبر ماند اشت سایہ

تاشک بدل یقین میفتد

یعنی ہر کس کہ پیرد اوست

پیداست   برزمین   نیفتد

امید ہے ان حوالہ جات سے مفتی صاحب کی تسلی ہوگئی ہوگی۔

اعتراض ثانی:۔ یہ حدیث مرسل ہے اور محدثین کی ایک عظیم الشان جماعت مرسل کو حجت نہیں سمجھتی۔

جواب:۔ مفتی صاحب کا اس حدیث کو مرسل کہنا اور محدثین کی ایک عظیم الشان جماعت کا مرسل کو حجت نہ سمجھنا اور اس کو مفتی صاحب کا اپنے دعوے کی دلیل بنانا یقیناً مفتی صاحب کے حنفیت سے اخراج کی دلیل ہے۔ اور اپنے مسلک کے علماء سے گریز ہے۔ کیونکہ ان کے حکیم الامت ''احیاء السنن'' حصہ اول مطبوعہ اشراف المطابع تھانہ بھون کے ص ۱۷ پر تحریر کرتے ہیں

ولیس فی المرسلات اضعف من مرسلات الحسن و عطاء فانھما کانا یاخذان عن کل احد الخ قلت فھذا مرسل ضعیف لکن الموضع موضع الفضائل ولھم یکتفون باضعاف.

خلاصہ:۔ احادیث مراسیل میں حسن اور عطاء کی احادیث سے کوئی ضعیف نہیں وہ دونوں ہر ایک سے روایت کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ مرسل ضعیف ہے لیکن موضع فضائل میں اکتفاء کرتی ہے۔

نیز ''اعلاء السنن'' کے حصہ چہارم کے ص ۴۴ پر جو حدیث انصات خلف الامام کے بارہ میں ہے **ولم یطعنه احد بشئی غیر انه قال ھذا مرسل** آگے چل کر لکھتے ہیں **علی ان المرسل حجة عندنا لاسیما۔**

خلاصہ:۔ یہ کہ حدیث مرسل ہمارے نزدیک خاص کر حجت ہے۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۴۵ پر ہے۔

عن عبد الوھاب (الثقفی) عن المھاجر عن ابی العالیة قال کان

النبی ﷺ اذا صلی قرأ فقراء اصحابه فنزلت فاستمعوا له وانصتو نسکت القوم وقرأ نبی الله علیه وسلم قال البیهقی وهذا ایضاً منقطع (ای مرسل) قلت وهو حجة عندنا

حکیم الامت لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے۔ بلکہ اسی کتاب کے ص ۵ پر لکھتے ہیں۔

اما عندنا فمراسیل الائمه من التابعین مقبولة مطلقا

یعنی ائمہ تابعین کی مراسیل ہمارے نزدیک مطلقا حجت ہے۔

اچھا یہ کہ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ مقدمہ مشکوۃ مطبوعہ مجتبائی کے ص ۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔

و عند ابی حنفیه ومالک المرسل مقبول مطلقا و هم یقولون ان ارسله لکمالی الوثوق والاعتماد لان الکلام فی الثقة ولولم یکن عنده صحیحاً لم یرسله ولم یقل قال رسول الله ﷺ

اشعۃ اللمعات مطبوعہ نول کشور کے ص ۳ پر بھی یہی مضمون مرقوم ہے۔

خلاصہ: امام اعظم اور امام مالک رحمۃ اللہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقا مقبول ہے کیونکہ ارسال بسبب وثوق اور اعتماد کے کیا گیا۔ اگر راوی کے نزدیک یہ صحیح نہ ہوتی تو ارسال نہ کرتا۔ اور کبھی نہ کہتا قال رسول اللہ ﷺ

حیرانی سے لکھنا پڑتا ہے کہ مفتی صاحب اپنے آپ کو حنفی کہلواتے ہیں۔ اور حدیث مرسل کو حجت نہیں مانتے حالانکہ امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔ نیز اگر حدیث مرسل کو حجت نہیں مانتے تو غیر مقلدین کو کیا جواب دو گے۔ لو آپ اپنے جال میں صیاد آ گیا۔ لہذا اس حدیث کو مرسل کہہ کر پیچھا چھڑانا ناممکن ہے ہاں ایک صورت ہے۔ اگر مفتی صاحب پیچھا چھڑانا چاہتے

ہیں وہ یہ کہ اپنے آپ کو لباس حنفیت سے برہنہ کر دیں۔ تا کہ آشکار ہو جائے کہ یہ لوگ لباس حنفیت میں لوگوں کو دھوکہ دے کر گمراہ کرتے ہیں العیاذ باللہ۔

اعتراض ثالث:۔ اس حدیث کا پہلا راوی عبدالرحمٰن بن قیس زعفرانی بالکل ضعیف و مجروح اور کاذب نا قابل اعتبار ہے۔ بلکہ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ جھوٹی حدیثیں وضع کرتا تھا۔

جواب: ہاں بعض رواۃ کی جہت سے اس کا ضعف مسلم ہے۔ لیکن یاد ہونا چاہیے کہ اس حدیث کی صرف ایک روایت نہیں بلکہ ایک سے زیادہ روایتوں سے یہ حدیث مروی ہے جیسے کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ علاوہ ازیں محدثین کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی مقبول ہے۔ جیسا کہ آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے ''اعلاء السنن'' حصہ چہارم کے ص ۶۵ پر لکھا ہے۔

ولا یخفی ان الضعاف مقبولة معمولة فی فضائل الاعمال ومناقب الرجال علی ماصر حوابه

باقی رہا یہ کہ عبدالرحمٰن بن قیس کاذب اور واضع احادیث ہے۔ جواباً نگارش ہے کہ ائمہ رجال و علماء محدثین کے نزدیک بالا جماع حدیث موضوع وہ ہوتی ہے۔ جس کے راوی کا کذب کسی حدیث میں ثابت ہو چکا ہے۔ اولین ملاحظہ ہوں کتب اصول حدیث۔ ص ۵۶ پر ہے۔

فالقسم الاول هو الطعن بکذب الراوی فی الحدیث النبوی هو الموضوع والحکم علیه بالوضع انما هو بطریق الظن الغالب لا بالقطع اذقد یصدق الکذوب

اور ایسے ہی امام سخاوی فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں جزم کرتے ہیں۔ اگر کوئی حافظ جلیل کہ علم حدیث سے استقصاء تام کرے۔ اور بایں ہمہ حدیث کا پتہ

ایک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے علیحدہ نہیں نہ ہے۔ تاہم اس حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی۔ الغرض اگر قصداً کسی کا افتراء ثابت نہیں تو اس کی حدیث موضوع نہیں۔ اگر متہم بالکذب والوضع ہوتا تاوقتیکہ قرآن عظیم کی دلالت قطعیہ یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی یا عقیل صریح یا حسن صریح یا تاریخ یقینی کے ایسی مخالف نہ کہ احتمال تاویل وتطبیق نہ رہے۔ ایسا ہی اعلاء السنن کے مقدمہ میں ہے۔

ان مذکورہ وجوہات سے کوئی بھی وجہ حدیث نفی الظل کے مخالف نہیں مگر فہم کی ضرورت ہے۔ ہٹ دھرمی کا علاج نہیں۔ دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور کے صدقہ ان لوگوں کو ہدایت نصیب فرمادے تاکہ حضور کے کمالات کو پہچانیں۔ اگر اس راوی کا کذب حدیث میں واقع ہے۔ تو اس کا ظاہر کرنا آپ پر واجب ہے اذلیس فلیس اور مدعی ثابت کہ نفی ظل والی حدیث موضوع اور فضائل اعمال میں معتبر ہے یہی میرا دعویٰ تھا۔

اعتراض رابع ۔ اور دوسرا راوی عبدالملک بن عبداللہ بن عبدالولید بھی مجہول الحال ہے۔ کتب متداولہ میں اس کا حال مذکور نہیں۔

جواب :۔ عبدالملک بن عبداللہ بن الولید کا مجہول ہونا اس حدیث کو مردود نہیں کرسکتا۔ کیونکہ مقدمہ اعلاء السنن کے ص ۴۷ میں مولوی اشرف علی لکھتے ہیں۔

ثم اعلم ان مجھول العین و ھو الذی روی عنه واحد لیس بمردود الروایته عند لمحدثین اتفاقاً

بلکہ ص ۴۸ پر لکھتے ہیں۔

والمجھول عندنا ھو من لم یعرف الالحدیث او حدیثین وجھلت عدالته سوار نفرد بالروایته عنه واحد ام روی عنه اثنان فصاعد فحکمه ان ھذا المجھول ان کان صحابیا فلا یضر جھالته کما مروان کان غیره

فاما ان يظهر حديثه في القرن الثاني اولافان لم يظهر جاز العلم به في الثالث الا بعده و ان ظهر فان شهد له السلف اصحه الحديث او سكتوا عن الطعن فيه قبل او ردوه رداو قبله البعض ورده البعض مع نقل الثقات عنه فان وافق حديث قياساما قبل والارد كذافي تفو الاثر

نیز اعلاء السنن حصہ چہارم کے ص ۴۷۳ پر ہے۔

روايت المستور مقبولة عندنا اذا كان في القرون الثلاثه

پھر فرماتے ہیں۔

فمجهول الحال في هذه القرون لا غير عدل عندنا معشرا لحنفية فليعلم ذلک.

خلاصہ:۔ مجہول العین کی حدیث محدثین کے نزدیک اتفاقاً مردود نہیں اور مجہول ہمارے نزدیک وہ ہے جس سے ایک روایت ہو۔

ترجمہ اور مجہول ہمارے نزدیک وہ ہے جو ایک یا دو حدیثوں کا راوی ہو۔ اور اس کی عدالت مجہول ہو۔ برابر ہے منفرد ہو ساتھ روایت کے۔ روایت کرے اس سے ایک یا روایت کریں اس سے دو پس زیادہ۔ پس حکم اس مجہول کا یہ ہے اگر مجہول صحابی ہے تو اس کی جہالت نقصان نہیں دیتی جیسا کہ گزرا۔ اگر غیر صحابی ہے تو اس کی حدیث قرن ثانی میں ظاہر ہوئی یا نہ۔ پس اگر نہیں ظاہر ہوئی تو جائز ہے عمل ساتھ اس کے ثالث میں۔ مگر بعد اس کے اور اگر ظاہر ہوئی پھر اس کی صحت کی شہادت دی سلف نے یا سلف نے سکوت فرمایا طعن کرنے سے اس میں یا رد کیا اس کو۔ رد کرنا قبول کیا اس کو بعض نے اور رد کیا بعض نے مع نقل کرنے ثقات سے اس سے۔ پس اگر موافق ہے حدیث اس کی قیاس کے تو قبول کی جائے گی۔ اگر موافق قیاس کے نہیں تو رد ہے۔ الاثر میں اس طرح ہے۔ علاوہ ازیں روایت مستور الحال ہمارے

نزدیک مقبول ہے۔ جس وقت وہ قرون ثلاثہ میں سے ہو

نیز مولوی اشرف علی تھانوی ذکرالرسول کے ص ۱۱ پر رقمطراز ہے۔

یہ جو مشہور ہے کہ سایہ نہ تھا حضور ﷺ کا تو یہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ گو وہ ضعف ہیں مگر فضائل میں تمسک بہ ہوسکتی ہے۔ اشرف المطابع تھانہ بھون۔

اعتراض:۔ بعض حضرات نے سایہ نہ ہونے کی یہ توجیہہ کی ہے کہ جس طرف حضور ﷺ چلتے تھے سر مبارک پر فرشتے یا ابر رحمت سایہ افگن رہتا تھا۔ اگر یہ ثابت بھی ہو تو دوسری صحیح وصریح روایات اس کے معارض موجود ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری کی حدیث میں درباره ہجرت روایت حضرت عائشہؓ مذکور ہے۔ کہ حضرت ابو بکر نے اپنی چادر کا حضور پر سایہ کیا۔

جواب:۔ مفتی صاحب نے بخاری شریف کی حدیث نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضور کا سایہ اس وجہ سے نہ تھا کہ آپ پر بادل یا ملک سایہ کرتے تھے۔ قلم کو حرکت دی ہے اور لکھا ہے کہ پھر بخاری شریف کی حدیث کا کیا جواب ہے۔ جو درباره ہجرت بروایت عائشہ صدیقہ مذکور ہے۔ جبکہ صدیق اکبر نے اپنی چادر کا حضور پر سایہ کیا تھا اس عبارت سے مفتی صاحب نے فقط طبع آزمائی کی ہے۔ حالانکہ زرقانی شریف میں ہے۔

والمعنی ان الغمامة هی المحتاجة له المتبرک به ولیس هو محتاجاً لها ص ۱۶۷ مطبوعہ مطبع ازہریہ مصر

اور مولوی ذوالفقار علی دیوبندی عطر الوردہ میں قصیدہ بردہ شریف کے شعر مثل الغمامة کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بالرفع خبر مبتدا محذوف ای مجینی الاشجار مثل سیر الغمامة

وبالنصب صفة مصدر محذوف ای مجیئا مثل مجیئی الغمامة فی الانقیاد والقیام بوظائف الخدمته

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی خدمت کے لیے جملہ اشیاء عالم علوی وسفلی حاضر تھیں اور آپ کے ہر طرح تابع فرمان عطر الوردہ ص ۴۱

حقیقت یہ ہے کہ بادل کا سایہ کرنا حضور پر اس لیے تھا کہ وہ برکت حاصل کرنے میں حضور کا محتاج تھا۔ اور حضور بادل کے سایہ کے محتاج نہ تھے زرقانی میں ہے۔

انهاظلمته لکمال الاعتدال فیه اکراماً له لا حتیاجه الیها ص ۱۹۷

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بادل اس لیے سایہ نہیں کرتا تھا۔ کہ حضور کا سایہ نظر نہ آئے بلکہ بادل کا اپنے آپ کو حضور کا غلام ظاہر کرنا تھا اور یہ ظاہر کرنا تھا کہ حضور کی حکومت بادلوں پر بھی ویسی ہی ہے۔ جیسی زمین والوں پر۔ دلیل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت فضا پر تھی۔ جبکہ یہ ثابت ہو گیا تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضور پر خواہ بادل سایہ کرتا یا نہ کرتا حضور کا سایہ نہ ہوتا تھا۔

تو قبل بعثت بادلوں کا سایہ کرنا اور بعد البعثت بادلوں کا سایہ نہ کرنا یہ حضور کے سایہ ہونے کی دلیل قائم کرنا سراسر نا انصافی ہے اس طرح صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی چادر سے حضور پر سایہ کرنا برکت حاصل کرنے کے لیے ہے نا کہ حضور کا سایہ چھپانے کے لیے۔ بالغرض اگر مان بھی لیا جائے کہ بادل ہمیشہ سایہ نہ کرتا تھا تو مندرجہ ذیل عبارت کا کیا جواب ہو گا زرقانی شریف میں حدیث شیمہ کے تحت لکھا ہے

وفیه اظلال الغمام له ﷺ فهو حجة علی من انکره قال ابن جماعة من ذهب الی ان حدیث اظلال الغمام لم یصح بین المحدثین

فهو باطل نعم لم يكن كما قاله السخاوی وغیرہ دائما ص ۱۲۸ جلد اول

اور اس میں ہے بادل کا سایہ کرنے واسطے حضور ﷺ کے پس یہ حجت ہے ان پر جو اس کا انکار کرتے ہیں۔ ابن جماعہ نے فرمایا ہے اس شخص کے بارہ میں کہتا ہے جو کہ یہ حدیث اظلال غمام محدثین کے نزدیک صحیح نہیں پس وہ باطل ہے۔ ہاں ایسا نہیں جیسا کہ امام سخاویؒ اور دیگر محدثین جو کہ اظلال غمام کے دوام کے قائل ہیں۔ اس عبارت سے بھی ظاہر ہوا کہ محدثین میں امام سخاوی وغیرہ حدیث اظلال غمام کے دوام کے قائل ہیں۔ تو کہا جا سکتا ہے کہ بادل ہمیشہ سایہ کرتا تھا برکت حاصل کرنے کے لیے نہ اس لیے کہ حضور ﷺ کا سایہ شریف زمین پر دکھائی نہ دے۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔

حدیث حجۃ الوداع کے بارہ میں تحریر کیا جاتا ہے تاکہ مفتی صاحب کی تشفی ہو جائے۔ تاریخ دانوں کی آنکھوں کے سامنے ہوگا کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور ﷺ کی شکر رنجی کا واقعہ حجۃ الوداع سے واپسی پر اثناء سفر میں پیش آیا تھا۔

جیسا کہ مسند امام احمد میں عفان راوی کا قول جزم کے ساتھ موجود ہے کہ

والاظنه الاقال فی حجة الوداع مسند امام احمد جلد نمبر ۶ ص ۱۳۲!۱۳۱

اور یہ شکر رنجی ذی الحجہ کے آخری ایام سے لے کر ربیع الاول شریف کے چند دنوں تک رہی۔ جیسا کہ مسند امام احمد اور مجمع الزوائد کی حدیثوں میں اس کی صراحت موجود ہے۔ اور مجمع الزوائد میں بغیر کسی شک کے ایامامن شهر ربيع الاول کے الفاظ موجود ہیں۔ دیکھئے مجمع الزوائد جلد چہارم طبع قاہرہ ص ۳۲۳

بالآخر ایک دن حضرت زینب نے نصف النہار کے وقت حضور ﷺ کے ظل کریم کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ تو یہ دن یقیناً ربیع الاول ہی کے دنوں میں ہے اور کسی خواندہ سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ حجۃ الوداع ۱۰ھ میں ہوا اور ۱۱ھ میں ۱۲ ربیع

الاول شریف مطابق ۱۱ جون کو حضور ﷺ کی وفات ہوئی۔ رحمۃ للعالمین مولفہ قاضی سلیمان منصور پوری جلد۲ ص ۴۷۲ اور تاریخ اسلام مولفہ شوق امرتسری ص ۳۲۱

اسی حساب سے ثابت ہوا کہ جس دن حضرت زینب حضور ﷺ کے ظل کریم کو دیکھنے کا واقعہ بیان فرما رہی ہیں۔ وہ جون کے مہینہ کا دن تھا۔ جو خاص گرمی کا موسم ہے۔ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول ''پس ایک دن دو پہر کے وقت دفعۃً رسول اللہ تشریف لے آئے اور میں نے پہلے ان کا سایہ ہی دیکھا'' قطعاً غلط ہے کیونکہ نصف النہار کا وقت چونکہ درمیان میں ہوتا ہے۔ اس لیے اس وقت نہ ظل ہوتا ہے نہ فئی بلکہ چلنے والے کا سایہ اس وقت اس کے بازوؤں میں ہوتا ہے جسے وہ پامال کرتا ہوا چلتا ہے اور گرمی کے دنوں میں کسی جانب جھکے ہوئے سائے کا وجود نہیں ہوتا۔ لہذا یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی آنے والے کے جسم سے پہلے اس کا سایہ نظر آئے۔ رہا یہ کہ پھر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول کے کیا معنی ہوں گے۔ اس کے بارہ میں عرض ہے کہ ظل بمعنی شخص ہے دیکھئے منجد

و مشیت علی ظل او انتعلت ظلی ای مشیت وقد انتصف النهار فلم یکن لی ظل۔ المنجد طبع قاہرہ ص ۴۹۶

ترجمہ مشیت علی ظلی اور انتعلت ظلی کے معنی یہ ہیں کہ میں چلا اس حال میں کہ نصف النہار کا وقت ہو گیا اس لیے میرا سایہ نہیں تھا۔

اس طرح مصباح اللغات کے ص ۵۰۱ پر ہے۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ کو اپنی طرف آتے دیکھا نہ کہ حضور کے سایہ کو کیونکہ گرمی کے دنوں میں نصف النہار کے وقت سایہ ہوتا ہی نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو حضور ﷺ کا ظل دیکھا حضور کی شخصیت مقدسہ مراد ہے اور یہاں ظل بمعنی شخص ہے۔

ناظرین اصحاب اگر نظر انصاف سے دیکھیں تو ماننا پڑے گا۔ کہ دلائل ساطعہ

اس امر پر دال ہیں کہ حضور سرکار دو عالم ﷺ کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے جسد شریف کے سایہ نہ ہونے پر شک کرنا بعید از انصاف اور ملاحدہ کا رویہ ہے۔ کیونکہ حضور انور ﷺ نے اگر درخت کی چھڑی کو ہاتھ لگا دیا اسے نور کر دیا۔ جیسا کہ دلائل النبوت جز ثالث مطبوعہ بمطبعہ مجلس دائرۃ المعارف ص ۲۰۵ پر حدیث موجود ہے۔

(حدثناء) ابو علی محمد بن احمد بن الحسن ثنا علی بن محمد بن ابی الشوارب و ثنا سلیمان بن احمد ثنا احمد بن دائود المکی قال ثنا موسیٰ بن اسماعیل قال ثنا حماد دین سلمه عن ثابت عن انس ان رسید ابن حضیر و عباد بن بشر کا ناعند رسول الله ﷺ فی لیلة ظلما حندس فخر جامن عنده فاضارت عصا احمد هما مثل السراج فمشیانی ضوء ها حتی اذا إختر قا الی منازلهما اضاء ت عقبا الاخر انتهیٰ

علاوہ ازیں اگر حضور ﷺ نے کسی اصحابی کی انگلیوں کو چھو دیا۔ اسے نور کر دیا۔ جیسا کہ متذکرہ بالا کتاب کے متذکرہ صفحہ پر ہے۔

حدثنا علی بن هارون بن محمد قال ثنا موسیٰ بن هارون ثنا ابراهیم ابن المنذر قال ثنا سفیان بن حمزة الاسلمی عن کثیر بن زید عن محمد بن حمزة الاسلمی عن ابیه حمزة انه قال نضر فالی سفر مع رسول الله ﷺ فی لیلة ظما رحمة فاضاء ت اصابعی حتی جمعوا اظهر هم وما هلک منهم و ان اصابعی انتهیٰ۔

منصف حضرات متوجہ ہوں کہ حضور کی نورانیت کا انکار کرنا آفتاب کی موجودگی میں دھوپ کا انکار کرنا ہے۔ جو ذات مقدسہ لکڑی کو منور کر سکتی ہے۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ خود نور نہ ہو۔ ہاں جس کی بینائی میں نور نہ ہو اگر وہ کہے تو بجا ہے کیونکہ اس کے لیے دن رات برابر ہیں۔ ایسے ہی جو نور ایمان سے بے بہرہ ہے۔ اگر حضور کی نورانیت حسیہ کا انکار کرے تو یہ اس کا قصور نہیں اس کی شقاوت ہے۔ اور ختم الله علی قلوبهم کی سلالت میں جکڑا ہوا ہے اللهم اهد قوم الضالین فانهم لا یعلمون۔

الحمد للہ علی ذلک رسالہ تمام ہوا۔ اور بفضلہ تعالیٰ معترض کے تمام شکوک و شبہات کا تارِ عنکبوت سے زیادہ ضعیف ہونا اظہر من الشمس ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ ولاظل شخصہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔

فقیر سگ دربار تونسہ شریف غلام رسول فیضی خطیب جامع مسجد حنفیہ حاجی محمد الدین شورکوٹ روڈ ضلع جھنگ۔

تقریظ:۔ قدوۃ الکملاء زبدۃ الفضلاء مقدام العلماء راس الادباء العلامۃ الفاضل المحقق الکامل الفہامۃ اللبیب اللوذعی الفقیہ المحدث المفسر البارع الیعلی استاذ الاساتذہ شیخ الشیوخ حضرت استاذی المکرم مولانا المولوی المفتی نور محمد لازالت شموس فیوضہ بازغہ مفتی الدیار پاکستان رئیس جمعیۃ تنظیم احیاء السنت۔ تحصیل داربرٹن ضلع شیخوپورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی النبی کان ظلہ رحمۃ للعالمین۔

فقیر نے رسالہ کو اول سے آخر تک دیکھا۔ فاضل جلیل مولانا غلام رسول فیضی فاضل جامعہ رضویہ لائل پور نے حضور سراپا نور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ وآلہ واصحابہ کے جسد اطہر کے عدم ظل کو عمدہ پیرایہ میں براہین قاطعہ و دلائل قاہرہ سے ثابت کر کے واضح کر دیا کہ ہمارے نورانی رسول کے نورانی جسم کا سایہ نہیں تھا۔ اور منکرین کے جملہ استدلات وتمسکات کا جواب شافی دے کران کے مزعومات کو ھباء امنثورا کر دیا۔ یہ نورانی رسالہ اہل ایمان کے لیے باعث زیادتی ایمان ہے۔ اور منکرین کے لیے سوط عذاب ہے۔ چاہیے کہ اہل سنت اس مبارک رسالہ کا مطالعہ کر کے اپنے ایمان کو تازہ کریں۔ واللہ الموفق

فقیر نور محمد عفی عنہ صدر مدرس مدرسہ عربیہ رضویہ ایمیہ منڈی واربرٹن

تقریظ العلامۃ الفاضل المحقق الکامل الفقیہ المحدث حضرت مولانا المولوی المفتی محمد عنایت اللہ شہر سانگلہ ہل

فقیر نے اس رسالہ مبارکہ کو دیکھا بفضلہ تعالیٰ ثم بفضل حبیبہ الاعلی علیہ افضل

صلوۃ ربہ الاعلیٰ اس مسئلہ پر شافی وکافی پایا کہ میرے حضور نور علی نور صاحب لولاک علیہ الصوۃ والسلام کا سایہ مبارک نہ تھا۔ اس مسئلہ پر منکرین دیو بندیہ وہابیہ خارجیہ خذلہم اللہ تعالیٰ فی الدارین ایک حوالہ ہی ان کے گھر کا کافی ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی انصاری اپنے رسالہ امداد السلوک کے ص ۸۶ پر لکھتا ہے کہ بتواتر ثابت شد کہ آں حضرت ﷺ سایہ نہ داشتند وظاہر است بجز نور ہمہ اجسام ظل مے دارند۔ حد تواتر سے ثابت ہے کہ میرے حضور ﷺ نور ہیں اور حضور کا سایہ نہیں ہے یہ مسئلہ تواتراً ثابت ہے یہ مسئلہ قرآن حدیث کے ثبوت کا محتاج نہیں ہے۔ یہ خود تواتر سے ثابت ہے جو مسئلہ تواتر سے ثابت ہو اس کا منکر مرتد و کافر خارج از اسلام ہے۔ دیو بندیہ وہابیہ خارجیہ خود اپنے ہی گھر کے فتوے سے ہی کافر و مرتد ہیں۔

فقیر محمد عنایت اللہ سگ شہنشاہ سرکار سیدی غوث اعظم غوث العالمین خطیب شہر سانگلہ ہل

تقریظ: علامہ فہامہ حاویٔ الفروع والاصول علامہ ادیب فہامہ ادیب مولانا مولوی عبد الغفور صاحب دربار سندھیلیانوالی شریف۔

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فقیر نے حضرت علامہ فاضل نوجوان مولانا غلام رسول صاحب کی تحریر پر تنویر کو بعض مقامات سے دیکھا بحمد اللہ تعالیٰ وبعطائے روف الرحیم نہایت مدلل اور منصفانہ انداز سے عدم سایہ حضور پر نور علیہ الصلوۃ والسلام پر مسکت کن و جامع جوابات سے کتابچہ کو مزین فرمایا۔

خالق کائنات بطفیل سید الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام آپ کی اس سعی کو تمام اہل اسلام کے لیے باعث ہدایت اور سبب نجات بنائے اور حضرت علامہ کی عمر اور عمل کو دراز فرمادے۔ آمین ثم آمین

دعا گو

محمد عبد الغفور چراغوی

دربار شریف سندھیلیانوالی